سیرت نبویؐ

حضورؐ کی انفرادی زندگی

تعارف:

حضرت محمدؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ تھے۔ انہوں نے ہمیں قرآنی تعلیمات سے آگاہ کیا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کیا ہے۔ آپؐ نے ہمیں زندگی اسلام کے مطابق گزارنے کے گر سکھائے۔ آپ کی زندگی تمام مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔

آپؐ کی انفرادی زندگی امن کو پر امن اور خوشگوار زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ آپؐ بہترین اخلاق کے مالک تھے اور ہر کسی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپؐ کو مشرکین مکہ نے صادق اور امین کا لقب دیا۔ آپ ایک مہربان باپ، مہربان شوہر اور کامل لیڈر بھی تھے۔ آپؐ اپنے ارد گرد لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل جل کر کام کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تم اللہ اور اسکے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔"

(سورۃ النساء: 59)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام مسلمانوں کو حضورؐ کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ تاکہ تمام مسلمان حضورؐ کی سیرت طیبہ کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں۔

حضورؐ کی انفرادی زندگی کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں:

حضور اکرامؐ کی انفرادی کے نمایاں پہلو یا خصوصیات:

1) انتہائی اعلیٰ اخلاق کی شخصیت:

آپؐ کے اخلاق کی اللہ تعالیٰ نے خود تعریف کی۔ جیسے اللہ تعالیٰ

آپؐ کو قرآن کا [illegible] مشغول تھا۔
آپؐ نے دین کا [illegible] اور دنیا [illegible] دونوں [illegible]

قرآن میں فرماتے ہیں کہ

"یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہو۔"

(سورۃ القلم (4))

آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپؐ کی ذات اخلاق عالیہ کا پیکر تھی۔
آپؐ کے اخلاق کا عالم یہ تھا کہ آپؐ ہر عام صحابہ اکرام کے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح پیش آتے تھے۔ آپؐ ہر کسی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عبید رضؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں حضورؐ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور آپؐ کا چہرہ انور لہولہان ہو گیا۔ تو عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ آپ ان کافروں کے خلاف دعا فرمائیں۔ آپؐ نے کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طعنے دینے والا اور لعنت کرنے والا نہیں بنایا بلکہ مجھے دعوت دینے والا اور رحم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا شان کا مالک
خود آپؐ کے اخلاق کی گواہی دے رہا ہے تو اس سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ کتنے عظیم و شان تھے۔

صادق اور امین:

آپؐ کی صداقت اور امانت کا حال یہ تھا کہ مشرکین مکہ بھی آپؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے اور دور جاہلیت میں لوگ آپؐ کے پاس اپنے سب رکھتے تھے اور اپنے فیصلے کے لئے مقدمات لاتے تھے۔ ابو جہل نے بھی آپؐ کے بارے میں کہا کہ بے شک محمدؐ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔
حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک بار ابو جہل نے آپؐ سے کہا:

"ہم آپؐ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپ جو کچھ لیکر آئیں ہیں اسے جھٹلاتے ہیں۔"

(جامع ترمذی)

CamScanner

3) ایک مہربان باپ اور شفیق

حضورؐ ایک مہربان والد تھے۔

حضرت فاطمہؓ جب شادی کے بعد آپؐ کے گھر آتی تھی تو آپؐ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے تھے۔ اس دور میں عرب کے لوگ بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔

عرب کے لوگ غلاموں پر ظلم ڈھاتے تھے لیکن آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثؓ کو اپنا بیٹا بنایا اور انہیں شفقت دی کہ بعد میں انہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ جانے کی بجائے آپؐ کے پاس رہنے کو ترجیح دی۔

4) ایک پیار کرنے والے دادا:

~~اپنے نواسوں~~ آپؐ عظیم باپ ہونے کے ساتھ ایک شفقت کرنے والے اور پیار کرنے والے دادا بھی تھے۔ آپؐ حضرت حسینؓ اور حسنؓ سے بے پناہ پیار کرتے تھے۔ ایک بار جب حضورؐ نے حضرت حسینؓ کے پیٹھ پر ہونے کی وجہ سے سجدے کو لمبا کیا۔ آپؐ ان کو اپنی کمر پر بھی سواری کرواتے تھے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

"جس نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی"

(سنن ابن ماجہ: حدیث 143 صحیح)

آپؐ نبی اور پیغمبر ہونے کے باوجود بھی اپنے بچوں کو وقت اور توجہ دیتے تھے۔

5) ایک مثالی شوہر:

آپؐ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ تمام بیویوں کے ساتھ نکاح اللہ کے حکم سے ہوئے۔ آپؐ کے مالی حالات انتہائی تنگ تھے لیکن آپؐ کی سب بیویوں نے آپؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔ اور آپؐ نے سب کو برابر کے حقوق پورے کیے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ ایک مثالی شوہر تھے۔ آپؐ اپنے کام خود سرانجام دیتے تھے یہاں تک کہ بکری کا دودھ بھی نکالتے تھے۔

ایک سفر کے دوران آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہا جیت گئیں اور پھر ایک دفعہ دوڑ کے مقابلہ میں آپ ﷺ جیت گئے۔ حضور ﷺ ہر لحاظ سے بہترین شوہر تھے

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ہے"

6) ایک شفیق سسر:

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن سے پالا اور پھر اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی ان کے ساتھ کروا دیا۔ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو معلوم ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ میں لڑائی ہوئی ہے آپ ﷺ علی کو مسجد سے گھر لائے اور دونوں کے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے ملایا اور فرمایا:

کہو ہم راضی ہوگئے۔

اور ~~اسطرح~~ اس سے ان کی صلح ہوگئی۔ حضور ﷺ کی علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا علم ہوتا ہے۔

7) خیال رکھنے والے پڑوسی:

نبی ﷺ نے پڑوسیوں کے بارے میں فرمایا:

"جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار اسطرح وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں شریک نہ کر دیں"

(بخاری - 6280)

آپ ﷺ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی یہی تلقین کی ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس کے شر سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو" صحیح بخاری (6016)

حضور ؐ نے پڑوسیوں کے حقوق پر بڑی زور دی ہے۔ آپ ؐ کی ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ پڑوسیوں کی خاطر کھانے میں شوربہ زیادہ کیا کرو۔ آپ ؐ کی ذات کا یہ پہلو آپ ؐ کی امت کے لیے اچھے بھائی چارہ قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

8) بہترین دوست:

آپ ؐ کا معمول تھا کہ آپ ؐ فجر کے بعد (مسجد میں نماز) اشراق پڑھتے تھیں اور پھر صحابہ کرام کے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح بیٹھ جاتے تھیں۔ ایک دفعہ آپ ؐ نے ~~حضرت~~ حضرت جابر رضؓ سے انکی شادی کے بارے میں پوچھا کیونکہ انہوں نے شادی والی خوشبو لگائی تھی اور آپ ؐ اس بات کو بھانپ لیا اور . پھر حضور ؐ نے ان سے فرمایا کہ تم بکری ذبح کر دو۔ آپ ؐ اپنے دوستوں کے ساتھ بہت گھل مل جاتے تھے اور پتا نہیں چلتا تھا کہ ان میں سے نبی ؐ کون سے ہے۔ آپ ؐ نے لوگوں کو اپنی تعظیم میں کھڑا ہونے سے منع فرمایا۔ اور مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے۔

(لوگوں نے ... شادی کرلی (مسلم 715))

9) لوگوں کا شکر گزار:

آپ ؐ لوگوں کا شکریہ ادا کرتے تھے اور امت کو بھی آپ ؐ نے ایسا کرنے کی نصیحت دی۔ حضور ؐ لوگوں کی شکر گزاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا"

(جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔)

Mishkaat 2024.

(سنن ابو داؤد: 4811)

اس حدیث سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے (حضور ؐ / اسلام) لوگوں کو شکر گزاری کا درس دیتے ہے اور خود بھی اسکا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

10) صبر و تحمل والے انسان:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، رسول اللہ ؐ نے فرمایا:

"مجھے اللہ کی راہ میں تکالیف آئیں جب کسی اور
کو نہیں دی جاتی تھیں اور مجھے اللہ کی راہ میں خوف زدہ
کیا گیا جب کسی اور کو ڈرایا دھمکایا نہیں جاتا
تھا۔ بعض اوقات مجھ پر تیسری رات بھی
اس حال میں آجاتی تھی کہ میرے لیے اور بلال کے
لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جسے کوئی ذی
روح کھا سکے، مگر اتنی سی مقدار میں کہ جسے حضرت
بلال رضہ کی بغل چھپا لے۔" (ابن ماجہ - 151)

Hygiene

آپ ﷺ نے جس استقامت، صبر اور تحمل سے دین کی
سربلندی کا کام کیا اسکی مثال کہیں نہیں ملتی
اور اس راہ میں آپ ﷺ نے تکالیف و مصائب کا صبر سے
مقابلہ کیا جب آپ ﷺ نے نعرہ توحید بلند کیا تو آپ ﷺ
کی شدید مخالفت شروع ہو گئی آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے
ساتھ آپ ابتدائے رسالت کے دنوں میں رہے تھے قریش نے
دھمکی بھی دی تھی کہ اپنا بھتیجا لے سمجھو کہ اپنے دین سے باز
آجائے لیکن آپ ﷺ نے (اپنا) دین نہیں چھوڑا
قریش مکہ نے آپ ﷺ کا ساتھ دینے والے ہر شخص کا سوشل بائیکاٹ کیا
آپ کو بے پناہ اذیتیں دی گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے
ساتھ مدینہ ہجرت کی فرمائی۔ پھر سے قریش مکہ نے مسلمانوں
پر جنگیں مسلط کی۔ مسلمانوں کی جنگی طاقت اتنی زیادہ
نہیں تھی لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے بے مثال صبر و
استقامت کا مظاہرہ کیا۔ آپ ﷺ اپنی عمر کے آخری حصے
میں غزوہ تبوک کا حصہ بھی بنے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی
صبر و استقامت سے عبارت ہے۔

(11) صفائی کا خیال رکھنے والے

حضور ﷺ سفید کپڑے کو پسند کرتے تھے آپکا لباس
سادہ مگر صاف ہوتا تھا۔ دن میں کئی مرتبہ مسواک کرتے
تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والے یہ شہادت دیتے تھے کہ
کبھی بھی آپ ﷺ کے منہ، لباس یا جسم سے کوئی بدبو نہیں آئی
آپ ﷺ باقاعدگی سے بالوں میں تیل لگاتے تھے
حضور ﷺ کا پاکیزگی کے بارے میں ارشاد ہے:

"پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"

(الترمذی: 3519)

حضور ﷺ کی انفرادی زندگی کا یہ پہلو آپ ﷺ کی امت

کے لیے ایک نمونہ ہے

12) غلاموں کے ساتھ رویہ:

حضورؐ کے دور میں کفار مکہ اپنے غلاموں پر بہت ظلم ڈھاتے تھے. لیکن آپؐ نے غلام حضرت بلالؓ کو کبھی غلام کی حیثیت سے نہیں رکھا. آپؐ نے بلالؓ کے ساتھ ایک عام آدمی کا رویہ رکھا. آپؐ نے بلالؓ کو مسجد نبوی کا موذن منتخب کیا. حضورؐ کا غلاموں کے بارے میں ارشاد ہے:

"تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔"

(صحیح بخاری - 13)

آپؐ نے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان پر اسکی رنگ، نسل یا کسی اور وجہ سے فوقیت حاصل نہیں. سوائے تقویٰ کی بنیاد پر. آپؐ جو خود کھاتے تھے ان کو بھی کھلاتے تھے اور جیسا خود پہنتے تھے انھیں بھی پہناتے تھے.

13) متوازن شخصیت:

خلاصہ

آپؐ کی انفرادی زندگی تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے. آپؐ نے زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزاری. آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کی صداقت وہ سچائی کی مثال تھی. آپ لوگوں پر مہربان تھے اور ان سے اچھا سلوک رکھتے تھے آپؐ رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر ہر کسی کی عزت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے. آپؐ اپنے گھر والوں رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھا. اور اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تعلیمات پر گزاری۔

حدیث: "جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہو ، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔"

(ج) ایک معلم کے لیے عملی نمونہ

تعارف:

(تعلیم کی اہمیت) حضور ﷺ کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک تعلیم دینا بھی تھی۔ آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کی وجہ دنیا والوں کو قرآن کی تعلیمات اور حکمت لوگوں کو سکھانا تھی۔
قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہی ہے جس نے ان ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول ﷺ بھیجا وہ ان پر اسکی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"
(سورۃ الجمعہ) 2-1

آن آیات میں بیان کی گئی آپ ﷺ کی ذمہ داریاں ایک معلم ہی کی ہے کہ آپ ﷺ نے ہی لوگوں کو اللہ کی تعلیمات سے آگاہ کیا اور ان کو ہدایت کی راہ پر لے کر آئے۔
آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔"
(Daarmi)

آپ ﷺ نے علم حاصل کرنے کو دینی فریضہ بنا کر پیش کیا۔ اور علم میں اضافے کے لیے دعائیں بھی سکھائی۔ جیسے کہ آپ ﷺ کی ایک دعا ہے کہ:

"اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

"اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں اور فائدہ نہ دینے والے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اسلام کی تعلیم پھیلانے کے لیے قبلہ قبلہ بھیجا۔ مثلاً آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن اور حضرت مصعبؓ (مصعب بن عمیرؓ) کو مدینہ بھیجا۔
مسجد نبوی (صفہ) علم حاصل کرنے کا مرکز تھا اور حضرت بلالؓ، عمارؓ، خبابؓ، عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہؓ نے صفہ میں آپ ﷺ سے دینی تعلیم حاصل کی۔

(دیگر حوالے): ① تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔
② کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

قرآن میں علم کی اہمیت:
(العلق 1-5)

پیغمبر بطور معلم:

1) بغیر کسی صنفی/جنسی امتیاز کے تعلیم:

حضورؐ نے تمام مسلمانوں پہ تعلیم کو لازم کر دیا تھا۔ آپؐ کا حضرت عائشہؓ رضؓ سے شادی کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ (حضرت عائشہؓ کی عمر کم تھی اور سب سے زیادہ بارگاہ نبوتؐ میں محبوب تر ہیں تھیں) کہ وہ آپؐ سے دین کا علم سیکھ حاصل کریں اور آپؐ کی وصال کے بعد کافی عرصے تک حضرت عائشہؓ نے دینی معاملات میں امت کی رہنمائی آپؐ کی ساتھ گزرنے والی زندگی کی بنیاد پہ فرمائی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔"

حضرت عائشہ رضؓ نے دینی علم عورتوں کو سکھایا۔ ان کو دینی معاملات سے آگاہ کیا۔

2) علم حاصل کرنے میں لکھائی کو فروغ/پر زور دیا:

عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ ہر چیز یاد کر لیا کرتے تھے کیونکہ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ لکھنے کا رواج عام نہیں تھا لیکن حضورؐ نے علم کو لکھنے کی تاکید کی تاکہ علم محفوظ رہے۔ جیسے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"Preserve knowledge with the help of your hand." (Tirmizi)

(علم کی حفاظت اپنے ہاتھ کی مدد سے کرو) 40 کاتبین وحی تھے جو وحی کو لکھتے تھے۔

3) عصری تعلیم کی بھی حوصلہ افزائی کی:

حضورؐ نے عصری تعلیم حاصل کرنے سے ممانعت نہیں فرمائی۔ بہت سے صحابہ کرامؓ عصری تعلیم میں ماہر تھے۔ حضرت عمرؓ جہاز رانی کے بارے میں علم رکھتے تھے اور اس میں ماہر تھے۔ حضرت ابوبکرؓ شجرہ نسب یاد کرنے کے ماہر تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ زبانوں کے ماہر تھے۔ حضورؐ نے علم حاصل کرنے حضرت زید بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تم عبرانی زبان سیکھو۔ یہ زبان یہودیوں کی تھی لیکن انہوں نے اسے سیکھنے کی تلقین فرمائی کہ علم میں اس سے اضافہ ہوگا۔

(Knowledge 40 stars)

Hebrew

کی حوصلہ افزائی کی۔

(4) جسمانی علم کو فروغ دیا:

آپ ﷺ نے دیگر تعلیمات کے ساتھ ساتھ جسمانی علم پہ بھی توجہ دی۔ آپ ﷺ تیراکی، گھوڑ سواری اور تیر اندازی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی یہ سیکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ بچے اکثر آپ ﷺ کے سامنے کشتی کھیلتے تھے اور آپ ﷺ اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جسم انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اسکا جسم پر کوئی اختیار نہیں۔ انسان پر اس امانت کی دیکھ بھال فرض ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے، حالانکہ دونوں ہی اچھے ہیں۔"

(ابن ماجہ)

(5) آپ ﷺ نے آداب زندگی سکھائے اور خود کر کے دکھایا:

آپ ﷺ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور نہ تیز آواز میں بولتے تھے۔ آپ ﷺ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نہ ایسی چیز کھانا پسند کرتے تھے جو منہ کو بدبودار کرے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے تھے کہ مسجد میں بدبودار چیز کھا کر نہ آیا کریں۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی فرماتے ہیں:

"میں رسول اللہ ﷺ کے زیر کفالت تھا اور کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے! اللہ کا نام لو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور جو تمہارے قریب ہو وہاں سے کھاؤ۔"

(بخاری)

تو آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے اور اپنے قریب والی جگہ سے کھانا کھانا سکھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم پانی پیو تو گھونٹ گھونٹ کر پیو اور غٹاغٹ (بڑے بڑے گھونٹ لے کر) نہ پیو کہ اس سے جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔"

حضور ﷺ نے جو کچھ کہا اسکا آپ ﷺ نے عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ اور اپنی تمام تعلیمات اپنی روزمرہ زندگی سے ثابت کر کے دکھائیں۔

6) علم پھیلانے کا حکم دیا:

~~حضرت عمر بن ابی سلمہ~~ رض

~~فرماتے ہیں~~ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اس شخص کے حالات کو تازہ کرے جو ہم سے کچھ سنتا ہے اور اسے دوسروں تک پہنچاتا ہے کہ جیسا کہ اس نے سنا ہے (یعنی اور الفاظ دونوں) کیونکہ ممکن ہے کہ علم حاصل کرنے والا اسے علم والے سے بہتر سمجھے"

(ترمذی)

"Pass on information from me, even if it's only a verse of the Quran"

(Mishkat)

آپ ﷺ نے قرآنی تعلیمات اور دینی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے زور دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین کا علم حاصل کریں اور آنے والی نسلوں کو دین کا علم پہنچے۔

7) تعلیم النسواں:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے"

اس حدیث سے خواتین کی تعلیم کی اہمیت کا حضور ﷺ کی نظر میں اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ ﷺ عورتوں کو بھی تعلیم دینے کا ذریعہ بنے۔ حضور ﷺ نے خواتین کے مطالعہ کے لیے ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر کیا۔ اور ان کے مسائل کو بغور سنتے اور جواب دیتے۔ یعنی آپ ﷺ نے تعلیم کو خواتین پر فرض بھی کیا اور خود بھی ان کو تعلیم دی۔ خواتین کے شوق علم کا احساس اس روایت سے ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہ رض ~~سے روایت~~ فرماتی ہیں:

"انصار خواتین بہت اچھی ہیں کہ انہیں دینی بصیرت حاصل کرنے میں حیاء مانع نہیں ہوتی۔"

8) مثالوں کا استعمال

آپ ﷺ اکثر اپنے کلام میں مثالیں استعمال فرماتے تھے۔ تاکہ عام لوگوں کو اچھی

سے سمجھ آجاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بنو فزارہ کا ایک آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے جسے میں تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ (حالانکہ ہم دونوں سفید رنگ کے ہیں تو ان کے ہاں سیاہ فام بچہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔) آپؐ نے فرمایا: "تمہارے اونٹ ہیں؟" اس نے جواب دیا: جی ہاں! ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، سیاہی مائل ہے۔ فرمایا: "وہ کہاں سے آگیا؟" عرض کیا: ہو سکتا ہے کہ اس کی اصل نسب میں کوئی ایسا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: "ہو سکتا ہے کہ تمہاری اصل و نسب میں بھی کوئی ایسا ہو۔"

⑨ دل آزار تنقید سے پرہیز

حضورؐ کبھی کسی پر دل آزار تنقید نہ فرماتے۔ اگر کسی پر تنقید کرنا ہوتی تو آپؐ اس کا نام لے کر تنقید نہیں کرتے بلکہ فرماتے کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں جو کہ اسلامی لحاظ سے درست نہیں۔ مراد کسی کو تنقید کا نشانہ نہیں بناتے تھے۔

خلاصہ:

حضورؐ کو معلم بنا کر بھیجا گیا تھا اور آپؐ نے ہر لحاظ پوری دنیا کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو ہر لحاظ سے تعلیم دی اور ان کی رہنمائی فرمائی۔ آپؐ کا ہر قول آپؐ کی عملی زندگی کی عکاسی کرتا تھا (یا آپؐ کی عملی زندگی آپؐ کے اقوال کی عکاسی کرتی تھی)۔ آپؐ نے لوگوں کو معاشرتی، روحانی اور جسمانی تعلیم بھی اور دینی تعلیم بلا کسی جنسی تفریق کے دی۔

حضورؐ کی تعلیم کا طریقہ بھی عقل اور اخلاقیات پر پورا اترتا تھا۔

(3) سپہ سالاروں کے لیے نمونہ
(جنگی حکمت عملی)
تعارف:

حضورؐ نے دو نئے تصورات متعارف کروائیں:

1) جہاد فی سبیل اللہ:

جہاد فی سبیل اللہ کے معنی ہے اللہ کی خاطر جنگ کر لڑنا۔ جنگ دنیاوی غرض سے ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہم جنگ نہیں بلکہ میدان جنگ میں اللہ کے دین کے لئے لڑا رہے ہیں اپنے کسی غرض کے لئے نہیں۔

"وہ جو لڑے اس لئے کہ اللہ کا دین بلند ہو وہ جہاد ہے۔" (مسلم)

جہاد علم کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اور میدان جنگ میں اللہ کے لئے لڑنے سے بھی۔

ایک آدمی نے رسول اللہؐ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کے بارے میں سوال کیا۔ وہ شخص جو غصہ یا فائدہ اپنی غرور کی وجہ سے لڑتا ہے آپؐ نے اپنا سر اسکی طرف اٹھایا۔ آپؐ نے ایسا اس لئے کیا کہ وہ شخص کھڑا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔

کسی نے حضرت علیؓ پر جنگ میں تھوک دیا آپؓ فوراً رک گئے تو اس نے وجہ پوچھی جس پر علیؓ نے کہا۔

2) اس بات پر زور دیا کہ جنگ میں فتح اللہ کی طرف سے ہوگی:

بہت ساری غزوات میں مسلمانوں کے پاس لشکر اور ساز و سامان اسلحہ کفار کے مقابلے میں بہت کم ہوتا تھا لیکن حضورؐ اور صحابہؓ کا اس بات پر ایمان تھا جنگ میں فتح اللہ کی طرف سے ہوگی نہ کہ لشکر اور جنگی ہتھیاروں سے۔

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد (313) قریش مکہ کے مقابلہ میں بہت کم تھی لیکن آپؐ اللہ سے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ مسلمانوں کو کامیابی دے۔ آپؐ نے اللہ سے یہ دعا فرمائی:

"اے اللہ تمام جہانوں کے معبود! مجھے وہ مدد عطا فرمایا جس کا تم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اگر آج تیرے یہ مٹھی بھر لوگ ختم ہو گئے" ...

پھر پورے روئے زمین پر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا!"
اسی طرح مسلمانوں کی دعا اور عمل تھی اذن اللہ کی مدد شامل حال ہونے کی وجہ سے وہ نہایت دلیری سے لڑے اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔

پہلو:

1) ہر جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کرتے تھے

حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی ﷺ ہونے کے باوجود بھی جنگ سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہ کی رائے لیتے اور اپنی طرف سے فیصلے نہیں کرتے تھے۔ جنگ بدر میں آپ ﷺ نے کئی بار مہاجرین اور انصار مدینہ سے مشاورت کی۔ جب آپ ﷺ کو قریش مکہ کا لشکر مدینہ روانہ ہونے کی طرف کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو جمع کر کے صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ اور مشاورت کی کہ ہم لڑیں یا نہیں۔ اسی طرح جنگی قیدیوں کے بارے میں بھی مشاورت ہوئی کہ ان کا کیا کیا جائے۔
غزوہ احد میں بھی آپ ﷺ نے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ کی رائے مانی اور مدینہ سے باہر جا کر لڑنا طے پایا۔
بالکل اسی طرح غزوہ خندق میں کفار کے آتے ہوئے لشکر سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مشورہ مانتے ہوئے خندق کھودنے کا حکم دیا۔
پس آپ ﷺ نبی ﷺ تھے لیکن سب کے ساتھ مشاورت کرتے تھے۔

2) جاسوسی اور خفیہ سرگرمیاں #183

حضور ﷺ نے جاسوسی کو جنگ کے دوران بہت استعمال کیا۔ آپ ﷺ خود بھی اسکا حصہ رہے۔ حضور ﷺ نے غزوہ بدر سے پہلے قریش کے لشکر کے بارے میں جاسوسی کی اور ایک بوڑھے شخص سے ملے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق کے دوران جاسوس بنا کر بھیجا۔

(Secret keeper of prophet (S.A.W))

(وہاں ابو سفیان نے اپنے لشکر سے کہا کہ ہر ایک ساتھ والے کو پوچھو کہیں یہاں محمد ﷺ کا کوئی جاسوس تو نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے عقل مندی سے کام لیا اور فوراً ایک ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بتاؤ کون ہو تم۔ تو اس طرح ان کے ہاتھوں پکڑے جانے سے بچ گئے۔

③ انتہائی رازداری سے کام لیتے تھے:

آپ ﷺ جنگ کے موقعوں پر انتہائی رازداری سے کام لیتے تھے۔ جب کبھی پیغام بھجوانا ہوتا تھا تو آپ ﷺ جانے والوں کو قاصد بلکہ دیتے تھے اور فرماتے کہ دور جاکر راستے میں کھول کر پڑھنا۔ اور روانہ ہوتے وقت جس راستے سے جاتے تو اسکا صرف آپ ﷺ کے نزدیک ترین ساتھیوں کو علم ہوتا تھا۔ جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے مدینہ سے تو آخر تک قریش مکہ کو اسکی خبر نہ ہو سکی۔

④ قابلیت کے مطابق عہدے دیتے تھے

آپ ﷺ نے ہمیشہ ایسے سپہ سالار منتخب کئے جو کہ جنگ میں مہارت رکھتے تھے۔ اگرچہ انھوں نے بعد میں ہی اسلام کو قبول کیوں نہ کیا ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید کو ایک انتہائی اہم غزوہ میں سپہ سالار بنایا تھا کہ ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ جبکہ صحابہؓ کی فوج میں کئی زیادہ تجربہ کار لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنے ان ساتھیوں کو جو آپ ﷺ کے ساتھ شروع سے ایمان لائے تھے، ان کو ان کے لئے عہدے نہیں دیئے۔ بلکہ ان کی اہلیت کو مدنظر رکھا۔

⑤ اس حقیقت کو مانتے تھے کہ جنگ میں چال بازی (حکمت عملی) جائز ہے

حضور ﷺ جنگ میں چال بازی کو مانتے تھے۔ غزوہ احزاب میں اسطرح ایک جنگی چال بازی مسلمانوں کے بڑے کام آئی۔ جب قبیلہ غطفان کے ایک سردار نعیم بن مسعود الشجعی ایک سیاسی طرح عملی سے کام لیا۔ اور ایک طرف بنو قریظہ کے پاس جاکر کہا کہ بنو غطفان واپس جانے کا سوچ رہے ہیں ان کا آلہ کار بننے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر وہ لوگ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم مسلمانوں کے رحم و کرم پر ہوگا سوچ لو کہ تم لوگ بطور یرغمال ان کا پاس کچھ چھوڑ دو۔ لڑائی میں ان کا ساتھ نہ دو۔ اور دوسری طرف وہ بنو غطفان اور قریش کے پاس گئے کہ ہم بنو قریظہ کو تم پر اعتماد نہیں وہ تم سے کچھ آدمی یرغمال لیکر اپنے

مسلمانوں کے حوالے کر دینا چاہیے نہیں۔ دونوں
طرح ان میں بدگمانی پیدا ہو گئی۔ حضور ﷺ کی
حدیث کے مطابق

"جنگ چال بازی کا نام ہے۔"

6) جنگی ساز و سامان کی تیاری کی حوصلہ افزائی کرنا: #184

کسی بھی جنگی کارروائی میں جیتنے کے لئے آپ ﷺ نے جنگی ساز و سامان کی بھی تیاری کا حکم دیا۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: "اور ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ قوت ہے اور جتنے گھوڑے ہیں سب جمع کر کے تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر رعب پڑے گا۔ جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہو گی۔"

(الانفال: 60)

7) بہادری سے لڑنے والے ساتھیوں کی تعریف کرتے تھے

آپ ﷺ جنگ میں اپنے بہادر ساتھیوں کی تعریف کرتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے جیسے کہ:

"سعد چلاتے جاؤ۔ میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔"

آپ ﷺ نے غزوہ احد میں حضرت سعدؓ سے یہ فرمایا۔ حضرت سعدؓ ماہرین تیر انداز تھے اور غزوہ احد میں مسلمانوں کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کا اس طرح حوصلہ بڑھاتے رہے۔

8) جدید جنگی طریقوں کو اپنایا:

5 ہجری کو اسلام دشمن قبائل متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید جنگی طریقہ جو میدان فارس میں تھا حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر اپنایا گیا اور مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی۔ اسی طرح 8 ہجری میں جب مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا طائف کے قلعے توڑنے کی

دیواریں بہت بلند اور مضبوط تھی اور باہر کے دفاعی نظام بہت مؤثر تھیں اسی وجہ سے مسلمانوں کو اس قلعے کو فتح کرنے میں مشکل ہوئی اور مشکلات کا سامنا تھا۔
مسلمانوں نے طائف کے قلعے کی دیواروں کو توڑنے کے لئے مختلف جنگی دفاعی حربوں کا استعمال کیا۔ جن میں سے ایک اہم حربہ منجنیق کا استعمال تھا منجنیق ایک قدیم آلہ تھا جسے پتھروں، چٹانوں یا دیگر بھاری اشیاء کو ایک خاص قوت سے پھینکنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

9) اپنے ساتھیوں کو جنگ کے آداب سکھائے:

حضور ﷺ نے بے شمار جنگ میں کچھ آداب کو اپنایا جس کا حکم قرآن پاک میں بھی ہوا ہے جیسے کہ اللہ فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو! جب تم کسی طاقت سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم غالب رہو۔ اور خدا اور اسکے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہار جاؤ گے اور اپنی ہمت کو دو گے۔ اور ثابت قدم رہو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑ کر نکلے، لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہوئے اور دوسروں کو خدا کی راہ سے روکتے رہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اسے جانتا ہے۔"

(الانفال: 45-47)

جن آداب جنگ کا اللہ نے حکم دیا آپ ﷺ نے ان پہ عمل کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اسے اپنانے کی تعلیم دی۔ ~~جنگ کے کچھ آداب حضور ﷺ نے~~ سپہ سالار کے طور پہ آپ ﷺ نے درج ذیل آداب جنگ کے دوران سکھائے۔

(جو قرآن میں بھی آئے ہیں)

1۔ ثابت قدم رہنا
2۔ اللہ کو یاد کرنا
3۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنا
4۔ آپس میں جھگڑا نہ کرنا
5۔ جنگ کے دوران صبر سے کام لینا
6۔ تکبر نہ کرنا

اسکے علاوہ:

+ خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو نقصان

10

نہ پہنچایا جائے، ان لوگوں کو نقصان نہ پہنچایا جو ہتھیار ڈال دیں، درختوں اور تیار فصلوں کو نہ کاٹنا، دشمنوں کے جسموں کو مسخ نہ کرنا اور رات کو حملہ نہ کرنا وغیرہ۔ آپؐ نے جنگی آداب میں اصلاحات کیں اور ان پر عمل بھی کیا۔ اور اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے تو اس سے صلح کی جائے۔

۱۵) میدان جنگ میں فوجی دستوں کی عمدہ تعیناتی:

حضور اکرمؐ میدان جنگ میں اپنے فوجی دستوں کی تعیناتی جنگی نقطۂ نظر سے نہایت اہم جگہوں پر فرماتے تھے۔ مثلاً جنگ بدر میں پانی کے چشموں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ تاہم حضور اقدسؐ نے انتہائی رحم دلی سے کام لیتے ہوئے قریش مکہ کو بھی وہاں سے پانی لینے کی اجازت دی۔ جنگ احد میں جبل عینین پر آپؐ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ تعینات فرمایا تھا کہ دشمن اچانک سے عقب سے حملہ نہ کرے۔ جب تک یہ دستہ اپنی جگہ قائم رہا مسلمان عقب سے محفوظ رہے لیکن جب مال غنیمت کے لیے تیر انداز نیچے اترے اور دشمن نے عقب سے حملہ کیا اور مسلمان سخت مشکل سے دوچار ہوئے۔ اسی طرح غزوہ خندق میں شمال کی جانب خندق کی کھدائی بھی آپؐ کی جنگ کے دوران دستوں کی عمدہ تعیناتی کا ثبوت ہے۔

خلاصہ

حضورؐ دنیا کے سب سے بڑے اور باکمال فوجی کمانڈر تھے۔ آپؐ دور اندیش، بیدار ذہن، بہادر اور ثابت قدم سپہ سالار اور رہنما تھے۔ آپؐ نے غزوات کے دوران جس حکمت و دانشمندی اور تدبیر سے کام لیا وہ مسلمانوں کے لیے غزوات میں بے حد فائدہ مند ثابت ہوئی۔ اور مسلمانوں نے شاندار فتوحات حاصل کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے غزوات کے دوران مثالی اخلاقی اقدار کا مظاہرہ کیا۔ بے شک آپؐ انسانی تاریخ کے عظیم سپہ سالار تھے۔

نماز

تعارف:

(نماز 10 نبوی میں فرض ہوا۔ معراج کے موقع پر۔ مکی دور میں فرض ہونے والی واحد عبادت ہے۔)

نماز ایک اہم عبادت ہے جو اسلامی عقائد کا بنیادی جزو ہے۔ یہ ارکان اسلام میں روزانہ ادا کی جانے والی عبادت ہے۔ نماز انسان کی روحانیت اور اخلاقی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نماز دن میں پانچ وقت کی فرض ہے۔ نماز کا مقصد انسان کو اللہ کے سامنے عاجزی و انکساری سکھاتا ہے۔ قرآن میں میں نماز کا ذکر سیکڑوں بار مقامات پر آیا ہے۔ جس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:- "قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں۔"

لفظی معنی:

نماز کے لیے قرآن میں "صلوٰۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جسکے لفظی معنی دعا ہے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں نماز سے مراد روزانہ کی پانچ نمازیں ہیں۔ جسکو ادا کرنے کا خاص طریقہ حضورؐ نے ہمیں سکھایا۔

نماز کی اہمیت:

نماز چونکہ دینی تربیت کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس لیے یہ ہر امت پر فرض رہی ہے۔ اور تمام انبیاءؑ اپنی امتوں کو نماز کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ نماز قائم کرنے والے فلاح پائیں گے اور اسکے ترک کرنے والے ذلت و خواری کا شکار ہوں گے۔

قرآن کی ایک آیت ہے کہ جب فرشتے جہنمیوں سے عذاب پانے کی وجہ دریافت کریں گے تو وہ اپنے جہنم میں پھینکے جانے کی وجہ بتائیں گے۔

ترجمہ: "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے"

(سورۃ المدثر)

اللہ کو معبود تسلیم کرنے کے بعد اسلام میں سب سے اہم کام نماز کی ادائیگی ہے۔ انکار اللہ کو معبود ماننے

سے انکار کے برابر ہے۔ اسلیے نبی ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:

"جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی، اس نے کافرانہ روش اختیار کی۔"

ایک اور جگہ حضور ﷺ اس بات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ترجمہ:

"ایک مومن اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔"

نماز کی اقسام:

فرض نمازیں: فرض نماز وہ نمازیں ہیں جو سب پر فرض ہے اور انکو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ مثلاً پانچ وقت کی نمازیں۔

سنت:

سنت نمازیں وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ نے باقاعدگی سے اور مستقل طور پر پڑھے تھے۔ مثلاً فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے 4 اور بعد میں 2 رکعت مغرب اور عشاء کے بعد۔

نفل:

وہ نمازیں جو واجب نہیں ہیں۔ نفل نمازیں نہ پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن یہ نماز ادا کرنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ تہجد، اشراق، اوابین وغیرہ۔

(A) نماز کے روحانی اثرات:

1- اللہ تعالیٰ سے رابطہ:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "یقیناً تم سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو (گویا) اپنے رب سے چپکے چپکے بات کرتا ہے۔"

اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نماز انسان کا اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتی ہے۔ کیونکہ نماز کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

2- گناہوں سے پاکی:

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سردیوں کے موسم میں

درخت کی ایک ڈالی کو ہلایا جس سے اس کے پتے جھڑنے لگے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا:

ترجمہ:

"مسلمان اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔"

اس حدیث سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ نماز انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔

3- روح کی تسکین:

نماز انسان کے دل و دماغ کو سکون اور اطمینان عطا کرتی ہے۔ دنیاوی پریشانیاں، مشکلات اور نفسیاتی دباؤ نماز میں اللہ کے سامنے سر بسجود ہو کر کم ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

ترجمہ:

"یقیناً اللہ کی یاد میں دلوں کا سکون ہے۔"

4- برائیوں سے اجتناب:

نماز کی یہ خاصیت ہے کہ یہ نفس کا تزکیہ کرتی ہے اور انسان کو گناہوں کی طرف مائل ہونے سے روکتی ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نماز کے بارے میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:

"بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

5- روحانی لذت:

نماز سے انسان کی روح کو ~~روحانی~~ لذت محسوس ہوتی ہے جب انسان نماز پڑھتا ہے تو وہ اس لمحے میں اللہ کی قربت محسوس کرتا ہے۔ اور اسکی موجودگی میں سکون پاتا ہے۔ یہ لذت دنیا کے تمام مادی لطف و سکون سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ روحانی سکون فراہم کرتی ہے جو روح کو جلا بخشتی ہے۔

6- اللہ سے مدد طلب کرنے کا ذریعہ:

"اے ایمان والو! صبر

صلوٰۃ کے ذریعے مدد طلب کرو۔ (البقرہ - 60)

⑬ نماز کے اخلاقی اثرات:

نماز ایک روحانی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی بہتری کا بھی ذریعہ ہے۔ نماز کے اخلاقی اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

1- پاکیزگی و طہارت:

نماز کے ذریعے پاکیزگی اور طہارت حاصل ہوتی ہے۔ ہر عبادت کے لیے خواہ وہ کوئی بھی عبادت ہو، انسان کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ جسم، لباس اور جگہ صاف ہو۔ اس طرح سے انسان جب پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے تو وہ طہارت اور پاکیزگی حاصل کر لیتا ہے۔

2- فرض شناسی کا جذبہ:

نماز سے فرض شناسی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ انسان ہر وقت نماز ادا کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے اور اپنے سارے دنیاوی کام چھوڑ کر نماز کی طرف لپک جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکو اپنی اہم ترین ذمہ داری اور عبادت سمجھتا ہے۔

3- نظم و ضبط:

نماز انسان کی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام انسان کو وقت کی اہمیت کا احساس دلاتی ہیں۔ اور انسان کو وقت کا پابند بناتا ہے۔ اسطرح انسان اپنے روز مرہ کے معمول میں بھی نظم و ضبط سے کام لیتا ہے۔
"نماز مومنوں پر ایک مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے" (النساء 103)

4- تعمیر سیرت:

نماز کا ارادہ کرنے کے ساتھ ہی روح کی تربیت اور اسلامی سیرت کی تعمیر کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ نماز کا ایک ایک قول اور فعل اس طرز پر ہے کہ انسان کی سیرت خود بخود اسلام کے سانچے میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

معاشرتی / سماجی اثرات: (باجماعت نماز)

1- مساوات اور برابری کا درس:

نماز سے معاشرے میں اعلیٰ و ادنیٰ، امیر و غریب، جوان و ضعیف اور کالے اور گورے کا فرق ختم ہوتا ہے۔ سارے نمازی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کے سامنے سروں کو جھکاتے

ہیں۔
نماز کے بارے میں نماز کی اس خوبی کو اس شعر کے ذریعے میں بیان کیا جاسکتا ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

2- اتحاد کو مضبوط کرنے میں مدد کرتا ہے:

نماز کی باجماعت ادائیگی سے مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ لوگ ایک ہی وقت میں دن میں پانچ دفعہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ اسطرح ان کے درمیان تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ان میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

3- اطاعت امیر کا تصور:

نماز کی ادائیگی سے انسان کے دل میں اطاعت امیر کا عنصر نمایا طور پر ابھر آتا ہے اور وہ ادب و آداب سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اور اس عمل سے نہ صرف مساوات کا سبق ملتا ہے۔ بلکہ دوسروں کے سامنے اسلام کی اجتماعی شان کا اظہار ہوتا ہے۔

4- باہمی ہمدردی کا جذبہ:

باجماعت نماز سے انسانوں کے بیچ باہمی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نمازی ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں اور ایک دوسروں کے دکھ اور خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اس سے ان میں بھائی چارہ اور مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

5- مسجد سماجی مرکز کے طور پر کام کرتی ہے

نماز کی ادائیگی کی وجہ سے مسجد سماجی مرکز کے طور پر کام کرتی ہے بلکہ سارے معاشرے کے امور مسجد میں انجام پاتے ہیں۔ جیسے نکاح اور نماز جنازہ وغیرہ مسجد میں انجام پاتے ہیں۔ پیغمبر کے دور میں مسجد میں مدرسہ بھی قائم ہوتا تھا۔

خلاصہ:

نماز دین کا ستون ہے اور یہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ نماز انسان کی روحانیت، اخلاق اور

دنیاوی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے یہ انسان کو اللہ کے قریب
کرتا ہے۔ دل میں سکون ڈالتا ہے اور انسان کو اخلاق
و اعمال کی بہتری کی طرف راغب کرتا ہے۔ نماز کی
پابندی اور اسکے روحانی فوائد کرتی ہے انسان کی زندگی
میں مثبت تبدیلی لاتی ہے۔ اور دنیا اور آخرت کی
فلاح کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

صوم:

تعارف:

روزہ اسلام کا بنیادی رکن ہے جو دو ہجری میں زکوٰۃ کے ساتھ فرض ہوا۔ روزہ سال میں رمضان کے مہینہ میں فرض ہے۔ (ہر عاقل و بالغ مسلمان پر)۔ اس مہینے میں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور تراویح، اعتکاف اور شب قدر کی فضیلتیں بھی اس مہینے میں ہے۔ روزے سے تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر شخص اللہ کی خوشنودی کی خاطر پورا مہینہ اپنی بنیادی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش مشق کا میابی سے مکمل کر جاتا ہے جس سے ضبط نفس کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے وہ شیطانی چالوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ ~~اس~~ روزے دوسری امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ ~~اس~~ جس طرح اللہ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:

"اے ایمان والوں! فرض کیا گیا تم
پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم
سے اگلوں پر، تاکہ تم پرہیزگار
ہو جاؤ۔"

اس آیت سے روزے کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔

لغوی معنی:

روزہ کے لیے اسلام میں "صوم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی اپنے آپ کو "روکنا" ہے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں روزہ سے مراد "صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بعض مخصوص امور کی سرانجام دہی اور کھانے پینے سے اپنے آپ کو روکنا ہے"۔ جو روزے کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی جائز ہے۔

روزے کی اہمیت:

روزے کی اہمیت کے بارے میں متعدد بار مقامات پر اسکا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Repeated

ترجمہ:

اے ایمان والو! تم پر روزے اسطرح فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے دوسرے لوگوں

پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن
جاؤ۔"

(البقرہ: 183)

مندرجہ بالا قرآنی آیت میں صاف صاف روزے کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے روزے کو بلا کسی عذر چھوڑنا گناہ ہے۔ اور ہر عاقل و بالغ پر روزہ فرض ہے۔

ہجری کو جس قرآنی آیت سے روزہ فرض ہوا وہ یہ ہے:

ترجمہ:

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور دلیلیں روشن جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کے درمیان تمیز کی نشانیاں ہیں سو تم میں سے جو اس مہینے کو پائے اسکو چاہیے کہ وہ روزہ رکھے"

(البقرہ: 185)

اس آیت سے قرآن اور روزوں میں گہرا تعلق کا پتہ ہوتا ہے۔ قرآنی مضامین انسان کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے جس کی اولین شرط تقویٰ ہے۔ جو انسان میں روزے کے ذریعے پیدا ہوتی ہے رمضان میں قرآنی تلاوت پر بھی زور دیا گیا ہے اور تراویح میں بھی قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہے۔

روزے کی فرضیت کے بارے میں حضورؐ فرماتے ہیں

ترجمہ:

"جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بلا شرعی عذر (سفر اور مرض) چھوڑے پھر عمر بھر روزے رکھے تو بھی اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔"

روزے کی روحانی اثرات:

1۔ تقویٰ کا حصول:

روزے کا اصل مقصد ~~انسان کی انفرادی اور اجتماعی قوتوں کے فروغ کا~~ انسان کے خواہشات کو احکام الٰہی کے تابع بنانا ہے اسے

روزہ رکھنے سے انسان کے خواہشات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو جاتے ہیں جس وہ متقی ہو جاتا ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان اپنے نفس کو قابو کرنے کی مشق

کرتا ہے جس سے وہ مطمئن ہو جاتا ہے اور شیطانی
خیالات دماغ پر حاوی نہیں ہوتے۔ اور اسطرح وہ
حرام چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ جیسطرح ارشاد باری
تعالیٰ ہے۔ کہ تم روزے اس لیے فرض کیے گئے ہیں تاکہ
تم متقی بن جاؤ۔

2- گناہوں سے حفاظت:

روزہ رکھنے سے انسان حلال و
حرام میں تمیز کرنا سیکھ جاتا ہے اور گناہوں سے
بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:

"اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر بھی
غلط کاموں سے نہیں بچتا تو اسکا
کھانا پینا چھوڑانے سے اللہ کو کوئی
دلچسپی نہیں۔"

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے سے
رک جانے کا نام نہیں بلکہ روزہ میں کسی بھی
قسم کے غلط کام یا گناہ بھی نہیں کیے جاتے۔

3- اللہ تعالیٰ کی قربت:

روزے سے انسان اللہ کے
قریب ہو جاتا ہے۔ روزہ دار زیادہ تر وقت اللہ کی
عبادت میں گزارتا ہے۔ تلاوت کرتا ہے قرآن کی، ذکر
اذکار میں مصروف ہوتا ہے، تراویح پڑھتا ہے اور بعض
مسلمان اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ اور اسطرح سے اللہ تعالیٰ
کی قربت حاصل کرتے ہیں۔

4- روزہ اخلاص پیدا کرتا ہے:

روزے رکھنے سے انسان میں
اخلاص پیدا ہوتا ہے روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس
میں کوئی دکھاوا نہیں ہوتا یہ صرف اللہ اور بندے
کو ہی معلوم ہوتی ہے۔ ایک روزہ دار تنہائی میں بھی
حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے: حدیث قدسی ہے:

ترجمہ:

"روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی
اسکا اجر دوں گا۔"

5- دعا کی قبولیت:

روزے رمضان میں انسان کی

دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ رمضان کا مہینہ اور روزہ رکھنے کا عمل خاص طور پر دعا کے لیے بہت بہتر ہوتا ہے۔ افطار کے وقت اللہ تعالیٰ انسان کے بہت قریب ہوتا اور اس وقت کی دعا رد نہیں ہوتی۔ اسی طرح شب قدر میں بھی دعائیں رد نہیں ہوتی۔

روزے کے اخلاقی اثرات:

1- روزہ صبر پیدا کرتا ہے:

روزہ انسان میں صبر کا عنصر پیدا کرتا ہے۔ روزہ دار اللہ کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو کھانے پینے اور دیگر کاموں سے روکتا ہے جو انسان رمضان کے علاوہ کرتا ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا اور انسان صبر کرنا سیکھ جاتا ہے۔

2- جھوٹ اور چغل خوری سے پرہیز:

روزے کی حالت میں روزہ دار دیگر گناہوں کے ساتھ ساتھ بڑے اخلاقی گناہوں جیسے جھوٹ بولنا اور چغل خوری کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھتا۔ کیونکہ روزہ صرف کھانے سے باز رہنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ دار اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس مہینے میں جھوٹ بولنے اور چغل خوری سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے سے رک جانے کا نام نہیں بلکہ غلط کاموں سے بھی تم روزہ میں اپنے آپ کو باز رکھنا چاہیے۔

3- شکر گزاری پیدا کرتی ہے:

روزے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدر پیدا ہوتی ہے جب انسان بھوک اور پیاس میں مبتلا ہوتا ہے تو اس میں روز مرہ کی نعمتوں کی قدر پیدا ہوتی ہے اور جو کچھ بھی اللہ نے دیا ہے اس پر راضی رہتا ہے اور ضائع نہیں کرتا۔

4- کامل زندگی کا ذریعہ:

روزہ روزداروں کو کامل زندگی کا سبق سکھاتا ہے۔ ان میں وہ تمام خوبیاں پیدا کرتا ہے جو اسلام انسانوں کے لیے پسند کرتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں مسلمان گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی تمام ناپسندیدہ امور سے اپنے آپ کو بچا کے رکھتے ہیں۔ اور کامل زندگی گزارنے کی

کوشش کرتے ہیں۔

روزہ: سماجی اثرات :

1- غریبوں اور ضرورت مندوں کا احساس :

روزہ رکھنے سے روزہ داروں میں غریبوں اور ضرورت مندوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ روزے کی حالت میں انسان جب خود بھوکا ہوتا ہے۔ تو وہ غریبوں کے دکھ درد کو زیادہ سمجھتا ہے۔ اور ان کے ساتھ ہمدردی بڑھاتا ہے رمضان میں مسلمان اپنی دولت کا کچھ حصہ زکوٰۃ، صدقہ اور فطرے کی صورت میں کی صورت میں غریبوں اور ضرورت مندوں کو دیتے ہیں۔ یہ غریبوں کی حالت بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

2- اتحاد اور ہم آہنگی کا مظاہرہ :

روزے کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ تمام مسلمان دنیا بھر میں ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی ملک یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ رمضان کے دوران، روزہ رکھنے کے عمل میں ایک قسم کی اتحاد اور ہم آہنگی نظر آتی ہے کیونکہ تمام مسلمان اپنے رب کی رضا کے لیے ایک ہی مقصد کے تحت روزہ رکھتے ہیں۔ یہ ایک اجتماعی عمل ہے جس سے مختلف فرقوں قوموں اور طبقات کے درمیان امتیازات کو مٹا کر مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا کرتا ہے

3- ایک دوسرے کے ساتھ مثبت رویوں کا فروغ :

رمضان سے انسانوں کے اندر دوسروں سے حسن سلوک اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں لوگوں کے درمیان بہتر تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ رمضان میں (خصوصاً) پڑوسیوں کے ساتھ افطاری کرنا اور انکی مدد کرنا عام ہوتا ہے۔ اسطرح سے معاشرتی تعلقات بھی مزید مستحکم ہوتے ہیں۔

4- ایثار کا جذبہ :

روزہ روزہ دار میں ~~انسا~~ ایثار کا جذبہ پیدا کرتا ہے روزے میں مسلمان کم سے کم خوراک پر اللہ کی خوشنودی کی خاطر گزارہ کرتے ہیں۔ جس سے ان میں ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

خلاصہ :

روزہ ایک اہم عبادت ہے جسے رمضان کے

مہینے میں فرض کیا گیا ہے روزہ کا مقصد نہ صرف جسمانی
طور پر بھوک اور پیاس سے بچنا ہے بلکہ دیگر
حرام امور سے بھی اپنے آپ کو بچا کے رکھنا ہے۔
روزہ رکھنے سے روحانی، اخلاقی اور سماجی زندگی
میں بہت سے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں جس سے
انسان دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

زکوٰۃ :

① تعارف :

زکوٰۃ اسلام کا چوتھا رکن ہے جو ۲ ہجری میں فرض ہوا۔ زکوٰۃ ہر صاحب استطاعت آدمی پر فرض ہے۔ ہر صاحب استطاعت آدمی قمری سال کے آخر میں اپنی تمام دولت کا حساب لگاتا ہے اور اس سے 2.5% زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

ترجمہ

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو"

(البقرۃ : ۱۱۰)

زکوٰۃ کے بارے میں قرآن میں اور بھی آیات آئی ہے جس سے زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قرآن میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو لوگوں سے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا ہے۔

ترجمہ

"اے نبی ﷺ! ان کے اموال میں سے
صدقہ لے کر انھیں پاک کرو (نیکی کی
راہ میں) انھیں بڑھاؤ، اور ان
کے حق میں دعائے رحمت کرو۔"

(التوبہ: ۱۰۳)

حدیث میں بھی زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے جو مسلمان اپنی حلال کمائی میں سے اللہ کے حکم کے تحت ادا کرتا ہے۔

② زکوٰۃ کے لفظی معنی :

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہے "پاک کرنا"، "صاف کرنا" اور "افزائش"۔

③ زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی :

دینی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد مال و دولت کی اللہ کی راہ میں صفائی ہے۔ یعنی مقررہ حد سے زیادہ مال رکھنے

والا ایک مقررہ حد اللہ کی راہ میں مقررہ مصارف کو دیتے ہیں۔ یعنی مال کو صاف کرتے ہیں۔

(3) زکوٰۃ کے شرائط:

1- زکوٰۃ دینے والا مسلمان ہونا چاہئے۔
2- زکوٰۃ دینے والا بالغ ہونا چاہئے۔
3- زکوٰۃ دینے والا عقل و شعور رکھتا ہو۔
4- زکوٰۃ دینے والا آزاد ہو۔
5- صاحبِ نصاب / استطاعت ہو۔
6- گھریلو ضروریات کو پورا کرے۔
7- اسکا حصہ جو قرض / واجبات ہو میں انہیں ادا کرے۔
8- مال پر پورا سال گزر گیا ہو۔

(4) احادیث میں زکوٰۃ کی اہمیت:

(شرائط سے پہلا ——)

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کی تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے لیے ان کا بدلہ انکے رب کے پاس ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سورۃ البقرہ (2:277)

یہ آیت زکوٰۃ کو ایمان اور نیک عمل کے حصے کے طور پر بیان کر رہی ہے اور اسکا نتیجہ میں جزا اور سکون کا وعدہ کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے: اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ جو صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض کی ہے۔ حضور ﷺ زکوٰۃ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"جب لوگ نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو اس نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"

⑥ زکوٰۃ کا نصاب اور شرح

① **دولت** — 2.5% — سالانہ

② **قیمتی دھات یا نقدی**: سونا (نصاب) ساڑھے سات تولہ (7.5)
اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون (52.5) تولے — سالانہ
اور ان پر شرح زکوٰۃ 2½ فیصد ہے۔

③ **زرعی پیداوار**: بارانی زمین پر 10% عشر — (ہر فصل پر)
آبپاشی زمین 5%

④ **مال مویشی**: مال مویشی — سالانہ
5 اونٹ ← 1 بکری
30 گائے ← 1 بکری / 1 بچھڑا
40 بکرے ← 1 بکری

مصارف زکوٰۃ

Past readi

قرآن مصارف زکوٰۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ قرآن پاک میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں۔
"سوائے اس کے نہیں کہ یہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو زکوٰۃ کے کام پر مامور ہیں۔ اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے۔"
(التوبہ: 60)

اس آیت میں درج ذیل آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں

1. فقیر

اس سے مراد ایسے لوگ جو کسی ایسی ضرورت سے دوچار ہو جسکو پورا کیئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

2۔ مساکین:

مساکین اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کام کرنے سے معذور ہو لیکن غیرت نفس عزت نفس کا خیال اس سے دوسروں کے سامنے مانگنے سے باز رکھے۔

3۔ عاملین:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی، اسکا حساب کتاب اور تقسیم وغیرہ کے امور سر انجام دیں۔ ان کی تنخواہ میں زکوٰۃ سے ادا کی جاتی ہے۔

4۔ مؤلفۃ القلوب:

ان سے مراد وہ لوگ تھے جو ایمان لائے تھے۔ یعنی نو مسلم کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب ہو۔

5۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے:

غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

6۔ غارمین:

ایسے لوگ جو تاوان یا قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہو۔

7۔ فی سبیل اللہ:

ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جو اللہ کی راہ میں مصروف ہیں اور کمانے کی فرصت نہیں۔ جیسے مجاہدین، مبلغ وغیرہ

8۔ ابن السبیل:

اس سے مراد ایسا مسافر ہے۔

(7) زکوٰۃ غربت کو کیسے ختم کرتا ہے؟
یا
زکوٰۃ کے معاشی فوائد:

زکوٰۃ اسلام کا ایک منفرد رکن ہے جس سے غربت کے خاتمے کے سیاسی اور سماجی معاشی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے

معاشی فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

1- زکوۃ سے بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہے:

زکوۃ کی مصارف کی صحیح ادائیگی سے مستحقین کی بنیادی ضروریات جیسے کہ خوراک، مکان، تعلیم اور علاج وغیرہ پوری ہوتی ہے زکوۃ کی وصولی کی وجہ سے ایک اسلامی ریاست کو فلاحی ریاست کہا جا سکتا ہے۔ گویا زکوۃ فلاحی ریاست کی قیام میں مدد کرتا ہے۔

2- زکوۃ سے معاشی تحفظ حاصل ہوتا ہے:

زکوۃ سے بے سہارا، معذور، مقروض اور محتاج لوگوں کو یہ احساس حاصل ہوتا ہے کہ ان کو معاشی لحاظ سے مدد ملے گی اور وہ اپنی ضروریات بغیر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے پوری کر سکیں گے۔ اور اسی طرح اپنے زیر کفالت افراد کو پال سکیں گے اور بے چارگی کی حالت سے دوچار نہیں ہوں گے۔

3- طبقاتی نظام کا خاتمہ:

جب دولت امیر طبقے سے غریب طبقے کی جانب نہیں جاتا اور امیر طبقہ اپنی دولت بڑھاتا چلا جاتا ہے تو اس سے غریب طبقہ غریب تر ہو جاتا ہے۔ لیکن زکوۃ کے نظام کی وجہ سے دولت غریب طبقے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے طبقاتی نظام مستقل طور پر قائم نہیں رہتا۔ "تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہے"

4- دولت کی ذخیرہ اندوزی کی سرکوبی اور سرمایہ کاری میں اضافہ:

کسی بھی معیشت کا ایک بڑا مسئلہ دولت کی ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے۔ دولت کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے معاشی مسائل جنم لیتے ہیں۔ جیسے کہ غربت، طبقاتی نظام، سود میں اضافہ وغیرہ۔ زکوۃ کے نظام سے دولت کی ذخیرہ اندوزی ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنی دولت کاروبار میں لگاتے ہیں۔ تاکہ زکوۃ سے پیدا ہونے والی

5- بے روزگاری میں کمی

6- مہنگائی میں کمی

CamScanner

ہر لحاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔

بھی تو پورا کریں۔ جس سے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور معاشی ترقی واقع ہوتی ہے

زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں وعید:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں سخت عذاب کی وعید بیان کی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیجئے"

B) - معاشرتی یا سماجی فوائد: یا اثرات

1- مساوات کی ترویج:

زکوۃ امیر اور غریب کے درمیان معاشی فرق کو ختم کر دیتا ہے۔ جس سے معاشرے میں مساوات کو فروغ ملتا ہے۔ اس سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی ذمہ داری ہر فرد پر فرض ہے، چاہے وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔

2- امن و سکون:

زکوۃ کا نظام نہ ہونے کی صورت دولت مالدار طبقے کے پاس جمع رہتا اور غریب طبقہ مشکلات میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اس صورت میں دونوں طبقوں میں حسد اور حقارت کا رشتہ قائم ہوتا ہے جبکہ وہ سے معاشرے میں امن و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن زکوۃ کی صورت میں تعاون اور اپنائیت اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو جاتی ہے ان طبقات کے بیچ میں

3- معاشرتی ہم آہنگی:

زکوۃ کا عمل معاشرتی ہم آہنگی کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے جب امیر غریبوں کی مدد کرتے ہیں تو غریب اپنے معاشی مسائل سے باہر نکل کر بہتر زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں جس سے ان کے معاشرتی

تعلقات مضبوط ہو جاتے ہیں اور آپس میں ہم آہنگی بڑھتی ہے اور ایک دوسرے کی مدد میں شریک ہوتے ہیں۔ جس سے اجتماعی ہمدردی، بھائی چارے اور تعاون کی فضا قائم ہوتی ہے۔

۴- غربت کا خاتمہ:

زکوٰۃ سے غربت کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ ہر کسی کو کم از کم زندگی کی تمام بنیادی ضروریات تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ غربت میں زندگی گزارنے سے بچ جاتا ہے۔ اور باعزت زندگی گزارتا ہے۔

۵- کامل اسلامی معاشرے کا قیام:

زکوٰۃ کا نظام ایک کامل اسلامی معاشرے کو قائم کرتا ہے جیسے اس سے مساوات، بھائی چارہ، تعاون، اخوت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کو فروغ دیتا ہے۔ زکوٰۃ معاشی، اخلاقی اور سماجی انصاف کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد صرف فرد کی مالی حالت بہتر کرنا نہیں بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے میں فلاح و بہبود، برابری اور امن قائم کرنا ہے۔

اخلاقی اثرات:

۱- جرائم کے خلاف ڈھال
۲- عاجزی و انکساری
۳- انسانیت کا جذبہ:
- انسان دوسروں کا خیال کرنے والا بن جاتا ہے۔

خلاصہ:

زکوٰۃ اسلامی نظام کا بنیادی ستون ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف مال کی پاکی ہوتی بلکہ روحانی طور پر بھی انسان کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مستحقین کی مالی مدد کی جاتی ہے جس سے ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور مختلف طبقات کے اندر برابری

اور یگانگت پیدا ہوتی ہے۔ اور خوشحالی اور امن قائم
ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اور اسلام
ادا نہ کرنے والوں کیخلاف قرآن میں سخت وعید
آتی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی زکوٰۃ ادا کرنے
پر زور دیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:

جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی
تو تم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے زکوٰۃ کی اہمیت
پر زور دیا اور زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔

④ حصولِ نیکی

⑤ عذاب سے بچنے کا ذریعہ

زکوٰۃ کے روحانی اثرات:

① روح کو پاک و صاف کرتی ہے۔

"مال و دولت کی ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے یہاں تک کہ وہ قبر میں نہ ڈال دیا جائے" (التکاثر: ۱-۲)

② مادہ پرستی کا خاتمہ:

"ہر برائی کا اصل سبب ہے فتنہ مال و دولت کی محبت ہے"

③ برکتِ مال: "اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ اسکو تمہارے لیے دوگنا کر دیگا اور اللہ قدر کرنے والا بردبار ہے۔"

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔"